اولاد کو نماز کی تعلیم دینے کا فقہی حکم

تحریر: محمد لطیف مطہری کچوروی[1]

خلاصہ:

خالق حقیقی کے ساتھ ارتباط پیدا کرنا انسان کی فطری ضروریات میں سے ایک ہے۔ تمام ادیان اپنے حساب سے خاص مناسک اور عبادات بجالاتے ہیں۔ طول تاریخ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے پیروکاروں کو عبادات اور مناسک بجالانے کا طریقہ کار سکھائے تاکہ وہ خداوند متعال کی بندگی کر سکیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق بچوں کی تعلیم وتربیت خاص طور پر عبادات کے میدان میں ان کی تربیت کرنا والدین پر فرض ہے۔اس مقالہ میں ہم والدین پر اولاد کی نسبت سے جو شرعی ذمہ داری عائد ہیں اس کا اسلامی منابع سے استنباطی طریقہ سے حکم بیان کرنے اوران سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرینگے کہ بنیادی طور پر ، کیا والدین پر اپنے بچوں کو نماز کی تعلیم دیناواجب ہیں ؟کیا یہ حکم واجب ہے یا مستحب؟ نماز کی تعلیم کب اور کس عمر میں دینا چاہئے۔ اگر بچوں کو نماز کی تعلیم دیناوالدین کی شرعی ذمہ دار ہے تو اس کے دلائل کیا ہیں؟ کیا والدین پر لازم ہیں کہ وہ براہ راست خود اس ذمہ داری کو نبھائے یا کسی اور کے ذریعہ سے بھی وہ اس عمل کو انجام دے سکتا ہے؟اسلامی منابع کے مطابق واجب عبادات کی تعلیم و تربیت والدین پر واجب اوراسی طرح مستحب عبادات اوراعمال کی تعلیم وتربیت مستحب ہیں۔ والدین پر بچوں کو نماز پڑھانے کی ذمہ داری بچوں کی بلوغت سے پہلے شروع ہو جاتی ہے اور یہ حکم، واجب توصلی اور کفائی ہے۔

کلیدی الفاظ: نماز کی تعلیم، عبادی تربیت، دینی تربیت۔

---

[1] ریسرچ اسکالر، PH.D طالب علم، شعبہ فقہ تربیتی جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ

مقدمہ:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔انسان کی خلقت کا مقصد معرفت اور قرب خداوندی حاصل کرنا ہے۔ اسلام تعلیم وتربیت پر زیادہ تاکید کرتا ہے اسی لئے خداوند متعال نے انسان کی تربیت کا بندوبست انسان کی تخلیق سے پہلے فراہم کیا اور انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا اور اس کے اندر ایسی صلاحیت رکھی ہے کی کہ جس کے ذریعہ انسان اگر اپنے ضمیر کی طرف توجہ کرے تو اس کا ضمیر اسے رہنمائی کرے۔ خداوند متعال نے صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی میدان میں بھی انسان کی تربیت کا سامان فراہم کرتے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انسان کامل، مربی اور انبیاء بھیجے تاکہ وہ انسان کو اس کی فطرت کے مطابق تربیت کرے۔ قرآن کریم انبیاء الہی کی بعثت کے اہداف میں سے ایک انسان کی تعلیم وتربیت کو قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے : (هُوَ الَّذی بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الحْكْمَةَ)[1] اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہی میں سے تھا تاکہ وہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے ،ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی کوشش یہی تھی کہ انسان کی اندرونی طاقت واستعداد مثبت پہلوؤں کی طرف گامزن ہو، اور وہ کمال اور سعادت کی بلندیاں طے کرے۔ قرآنِ کریم سورۂ آلِ عمران میں اِس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى المُؤْمِنينَ إِذْ بَعَثَ فيهِمْ رَسُولاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ)[2] ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اِس

---

[1] جمعہ، ۲۔
[2] آل عمران، ۱۶۴۔

سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔امام خمینی رہ فرماتے ہیں: خدا کی طرف سے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں وہ سب انسان کی تربیت اورانسان سازی کے لئے آئے ہیں۔اسلامی تربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضرورتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے خواہ مادی ہوں یا معنوی، جسمانی ہوں یا روحانی۔خداوند متعال نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوزا ہے جن میں سے ایک عظیم نعمت اولاد کی نعمت ہے۔ دین اسلام نے اس عظیم نعمت کے حوالے سے والدین کے اوپر کچھ ذمہ دایاں بھی عائد کی ہیں جن میں سے ایک اہم ذمہ داری اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہے۔ بچے اس ننھے پودے کی مانند ہے جسے ہر قسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ کر ایک تناور درخت کی شکل میں پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ والدین اپنے بچوں کی تربیت میں کسی قسم کی بھی کوئی کوتاہی اورلاپرواہی نہ کریں۔ بچوں کی اچھی تربیت کے لئے والدین کو خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ ایک باکردار، پرہیزگار اور باتقوی فرد معاشرہ کے سپرد کرے۔اولاد کی تربیت کے بارے میں اسلام نے بہت زیادہ تاکید کی ہے اسی لئے بہت سے علماء اور دانشوروں نے تعلیم وتربیت کے موضوع پر اپنی کتابوں میں اولاد کی تربیت پر قلم فرسائی کی ہے۔ بچوں کی تربیت کاایک حصہ ان کی عبادی تربیت کرنا ہے۔

خالق حقیقی کے ساتھ ارتباط پیدا کرنا انسان کی فطری ضروریات میں سے ایک ہے۔تمام ادیان اپنے حساب سے خاص مناسک اور عبادات بجالاتے ہیں۔طول تاریخ میں تمام انبیاء نے اپنے پیروکاروں کو عبادات اور مناسک سکھاتے رہے تاکہ وہ خداوند متعال کی بندگی کر سکیں۔لغت میں عبادت سے مراد ستایش اور پرستش کرنا، خشوع وخضوع کے ساتھ خدا کی بندگی کرنا ہے لیکن اصطلاح میں عبادت سے مراد کسی عمل کو خدا کے حکم پر بجالانے کو کہتے ہیں۔

تربیت کی لغوی واصطلاحی تعریف:

لغت کی کتابوں میں لفظ" تربیت" کے لیے تین اصل اور ریشہ ذکر ہوئے ہیں۔

الف:ربا،یربو زیادہ اور نشوونما پانے کے معنی میں ہے۔ ب: ربی، یربی پروان چڑھنا اور برتری کے معنی میں ہے۔ج: رب،یرب اصلاح کرنے اور سرپرستی کرنے کے معنی میں ہے۔ صاحب مفردات کا کہنا ہے کہ "رب" مصدری معنیٰ کے لحاظ سے کسی چیز کو حد کمال تک پہچانے، پرورش اور پروان چڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

صاحب التحقیق کا کہنا ہے اس کا اصل معنیٰ کسی چیز کو کمال کی طرف لے جانے، نقائص کو تخلیہ اور تحلیہ کے ذریعے رفع کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ بنابراین اگر اس کا ریشہ (اصل) "ربو" سے ہو تو اضافہ کرنا، رشد، نمو اور موجبات رشد کو فراہم کرنے کے معنیٰ میں ہے لیکن اگر "رب" سے ہو تو نظارت، سرپرستی ورہبری اور کسی چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے پرورش کے معنیٰ میں ہے۔

اسلامی علوم اور دینی کتابوں میں تربیت کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں :

۱۔ قصد اور ارادہ کے ساتھ کسی دوسرے افراد کی رشد کے بارے میں ہدایت کرنے کو تربیت کہا جاتا ہے۔

۲۔ تعلیم وتربیت سے مراد وہ فعالیت اور کوشش ہے کہ جس میں بعض افراد دوسرے افراد کی راہنمائی اور مدد کرتے ہیں تاکہ وہ بھی مختلف ابعاد میں پیشرفت کرسکے۔

۳۔ تربیت، سعادت مطلوب تک پہنچنے کے لئے انسان کی اندرونی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا نام ہے تاکہ دوسرے لوگ اپنی استعداد کو ظاہر کرے اور راہ سعادت کا انتخاب کرے۔

۴۔ ہر انسان کی اندرونی استعداد کو بروئے کار لانے کے لئے زمینہ فراہم کرنا اور اس کے بالقوہ استعداد کو بالفعل میں تبدیل کرنے کے لئے مقدمہ اور زمینہ فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔

۴۔ شہید مطہری لکھتے ہیں: تربیت انسان کی حقیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کا نام ہے۔ ایسی صلاحیتیں جو بالقوہ جانداروں (انسان، حیوان، پودوں) میں موجود ہوں انہیں بالفعل پروان چڑھانے کو تربیت کہتے ہیں۔ اس بناء پر تربیت صرف جانداروں سے مختص ہے۔

۵۔تربیت سے مراد مربی کا متربی کے مختلف جہات میں سے کسی ایک جہت { جیسے جسم، روح ،ذہن،اخلاق، عواطف یا رفتار وغیرہ} میں موجود بالقوۃ صلاحیتوں کو تدریجی طور بروئے کار لانا یا متربی میں موجود غلط صفات اور رفتار کی اصلاح کرنا تاکہ وہ کمالات انسانی تک پہنچ سکے۔

تربیت عبادی:

تربیت عبادی سے مراد والدین یا مربی کا متربی کے لئے عبادات کا طریقہ سکھانا اور متربی کے اندر عبادت و بندگی کا ذوق و شوق پیدا کرنا ہے تاکہ وہ ان عبادات کو انجام دینے میں پابند ہو۔

والدین پر بچوں کی عبادی تربیت واجب ہونے کے دلائل

متعدد دلائل کے مطابق والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو نماز سکھانے اور ان کے اندر عبادت و بندگی کا ذوق و شوق پیدا کرنے میں کسی قسم کی بھی کوتاہی نہ کریں۔اس سلسلے میں ہم یہاں کچھ دلائل پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

پہلی دلیل: آیہ وقایہ

يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ قُواْ أَنفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔[1] اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔

حفاظت کی دو قسمیں ہیں: بعض اوقات خطرے سے حفاظت براہ راست ہوتا ہے اور کبھی کبھی بالواسطہ انسان خطرے سے کسی کو بچاتا ہے۔خود خطرے سے بچانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس خطرے کے جو اسباب اور عوامل ہیں وہ انسان کے دائرہ اختیار میں ہے۔

---

[1] تحریم،۶

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ میں جانے کے جو اسباب و عوامل ہیں ان اسباب و عوامل سے بچاو۔ انسان صرف محرمات کو بجالا کر جہنم میں نہیں جاسکتا بلکہ واجبات کو ادا نہ کرکے بھی وہ جہنم میں جا سکتا ہے۔ بنابر این جہنم سے اپنے اہل و عیال کو بچانے سے مراد واجبات کی ادائیگی کے اسباب فراہم کرنا اسی طرح محرمات سے اجتناب کرنے کے اسباب و عوامل کو فراہم کرنا ہے۔ بچوں کو نماز کی تعلیم دینا اور ان کے اندر خداوند متعال کی بندگی کرنے کا ذوق و شوق پیدا کرنا اور دعا و مناجات سکھانا یہ سب جہنم کے آگ سے بچانے کے اہم مصادیق میں سے ہیں اسی طرح بچوں کو آزاد چھوڑ دینا اور انہیں نماز و دیگر اعمال کی طرف راغب نہ کرنا یہ سب بچوں کے جہنم تک جانے کا باعث بنتا ہے۔ بنابرایں یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ والدین کے اوپر بچوں کی عبادی تربیت کرنا واجب ہیں اور نماز کی تعلیم و تربیت عبادی تربیت کے برجستہ ترین مصادیق میں سے ہیں۔

دوسری دلیل: رسالۃ الحقوق

والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو نماز کی تعلیم دیں۔ اس کی دلیل کے لئے ہم یہاں امام سجاد علیہ السلام کے کچھ کلمات بعنوان دلیل بیان کریں گے۔ رسالۃ الحقوق میں آپ فرماتے ہیں کہ والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو اچھے ادب سکھائیں، اس کے پروردگار کی طرف اس کی راہنمائی کریں اور اس کی اطاعت میں اس کی مدد کریں۔

امام سجاد علیہ السلام رسالۃ الحقوق میں فرماتے ہیں: (وَ أَمَّا حَقُّ وَلَدِكَ فَتَعْلَمُ أَنَّهُ مِنْكَ وَ مُضَافٌ إِلَيْكَ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا بِخَيْرِهِ وَ شَرِّهِ وَ أَنَّكَ مَسْئُولٌ عَمَّا وُلِّيتَهُ مِنْ حُسْنِ الْأَدَبِ وَ الدَّلَالَةِ عَلَى رَبِّهِ وَ الْمَعُونَةِ لَهُ عَلَى طَاعَتِهِ فِيكَ وَ فِي نَفْسِهِ فَمُثَابٌ عَلَى ذَلِكَ وَ مُعَاقَبٌ فَاعْمَلْ فِي أَمْرِهِ عَمَلَ الْمُتَزَيِّنِ بِحُسْنِ أَثَرِهِ عَلَيْهِ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا الْمُعَذِّرِ إِلَى رَبِّهِ فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ بِحُسْنِ الْقِيَامِ عَلَيْهِ وَ الْأَخْذِ لَهُ مِنْهُ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)[1]

[1] مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل ,ج , ۱۵ص ۱۶۸

تمہارے اوپر بیٹے کا حق یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ وہ تمہارا ہی ہے دنیا میں تمہی سے وابستہ ہے اور اس کا خیر و شر بھی تمہاری ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ ذمہ داری تمہاری ہے کہ اسے ادب سکھاؤ، اس کے پروردگا کی طرف اس کی راہنمائی کرو اور اس کی اطاعت میں اس کی مدد کرو اگر تم اس ذمہ داری کو پورا کروگے تو ثواب پاؤگے اور اگر اس کی انجام دہی میں کوتاہی کروگے تو سزا پاؤ گے۔ پس اس کے لیے اس طرح نیک عمل کرو کہ اس کا حسن و جمال دنیا میں آشکار ہو جائے اور اس کی جو بہترین سرپرستی تم نے کی ہے اور جو نتیجہ تم نے حاصل کیا ہے وہ خدا کی بارگاہ میں تمہارے اور اس کے درمیان ایک عذر ہو جائے۔ لا قوۃ الا باللہ

علم حدیث کے ماہرین رسالۃ الحقوق کے سند کے تسلسل اور معتبر کتابوں میں تذکرہ ہونے کی بنا پر اس حدیث کو معتبر حدیثوں میں شمار کرتے ہیں۔[1] اس حدیث کو ابو حمزہ ثمالی نے امام سجادؑ سے نقل کی ہیں اور علم رجال کے شیعہ علماء ابو حمزہ ثمالی کو "شیعوں کی برگزیدہ شخصیت"، "ثقہ" اور "معتمد" سمجھتے ہیں۔[2] سب سے قدیم حدیثی مآخذ جن میں یہ حدیث بطور کامل نقل ہوئی ہیں یہ ہیں :ابن شُعبہ حرّانی) متوفی ۳۸۱ھ) کی کتاب تُحَف العقول،[3] شیخ صدوق متوفی ۳۸۲ھ کی تین کتابیں خصال،[4] من لایَحضُرُہُ الفقیہ[5] اور اَمالی،[6]۔ مُستَدرَک الوسایل میں محدث نوری کے

---

[1] حسینی جلالی، سید محمد رضا، جہاد امام سجاد، ترجمہ موسی دانش، ص ۲۹۳، مشہد، بنیاد پژوہش ہای اسلامی، چاپ اول، ۱۳۸۲ش۔

[2] نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، ص ۱۱۵، قم، جامعہ مدرسین، چاپ ششم، ۱۳۶۵ش۔

[3] ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول عن آل الرسول، تحقیق علی اکبر غفاری، ص ۲۵۵، قم، جامعہ مدرسین، چاپ دوم، ۱۴۰۴ھ۔

[4] صدوق، محمد بن علی، الخصال، تحقیق علی اکبر غفاری، ج ۲، ص ۵۶۴، قم، جامعہ مدرسین، چاپ اول، ۱۳۶۲ش۔

[5] صدوق، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، تحقیق علی اکبر غفاری، ج ۲، ص ۶۱۸ تا ۶۲۵، قم، جامعہ مدرسین، چاپ دوم، ۱۴۱۳ھ۔

[6] صدوق، محمد بن علی، الامالی، ص ۳۶۸ تا ۳۷۵، تہران، کتابچی، چاپ ششم، ۱۳۷۶ش۔

مطابق سید بن طاووس ۶۶۴-۵۸۹ ھ بھی اس حدیث کو اپنی کتاب فلاح السائل میں نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے شیخ کلینی کی کتاب رسائل الائمہ سے نقل کئے ہیں۔ البتہ یہ مطلب کتاب فلاح السائل کی شایع شدہ نسخے میں موجود نہیں؛ لیکن مستدرک الوسائل کی مصححین کہتے ہیں کہ یہ مطلب اس کتاب کے غیر مطبوع نسخے میں موجود ہے۔[۱]

امام سجاد علیہ السلام کے اس کلام میں شاہد مثال (وَ الدَّلَالَةِ عَلَى رَبِّهِ وَ الْمَعُونَةِ لَهُ عَلَى طَاعَتِهِ) یہ عبارت ہے۔ خداوند متعال کی طرف راہنمائی کرنے کے دو معانی ہیں: ا۔ خداوند متعال اور صفات خداوندی کی تعلیم دینا ۲۔ خداوند متعال کے دین کی طرف راہنمائی کرنا اور جن چیزوں سے رضایت خداوندی حاصل ہوتی ہے ان اعمال کی تعلیم دینا۔ بنابریں اگر دوسرا معنی مراد ہو تو یہ ہمارے موضوع بحث کے ساتھ مربوط ہوگا۔

یہ عبارت (وَ الْمَعُونَةِ لَهُ عَلَى طَاعَتِهِ) واضح طور پر اس ذمہ داری کو بیان کرتی ہے کہ والدین اپنے بچوں کو خداوند متعال کی اطاعت کرنے میں مدد کریں اور خداوند متعال کی اطاعت کا برجستہ ترین مصداق واجبات کو بجالانا اور محرمات کو ترک کرنا ہے۔ لہٰذا والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو واجبات اور محرمات کی تعلیم دیں اسی طرح نماز اور دیگر عبادات بجالانے کی تعلیم دیں اور انہیں ان عبادتوں سے زیادہ سے زیادہ مانوس کر دیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی بندگی کریں اور یہ سب والدین کی ذمہ داری ہے۔

دوسری جانب لفظ (حق) وجوب پر دلالت کرتی ہے اگرچہ اس رسالہ میں بعض حقوق جو امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ مستحب حقوق پر مشتمل ہے لیکن اس عبارت (انّکَ مسؤولٌ) کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وجوب کے معنی میں آیا ہے لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی عبادی تربیت میں ان کی مدد کریں اور یہ بات واضح ہے کہ والدین کو اس کام کے

---

[۱] محدث نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، چاپ اول، ۱۴۰۸ھ۔

لئے اپنے بچوں کی بلوغت سے پہلے ہی مختلف پروگرام اور اقدامات اٹھانے ہوں گے۔

تیسری دلیل: آیہ سورہ طہ

(وأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ)[1]

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے بلکہ آپ کو رزق ہم دیتے ہیں اور انجام اہل تقویٰ ہی کے لیے ہے۔

بعض روایات کے مطابق اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس دن تک اور بعض روایات کے مطابق

چھ ماہ تک ، نماز کے وقت ،حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر کے سامنے حاضر ہوتے اور فرماتے تھے: (السلام علیکم یا اهل بیت النبوة) آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور برکتیں آپ پر ہوں۔" اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو کھولتے تھے اور دروازے کو پکڑتے اور فرماتے تھے؟(الصلاة الصلاة یرحمکم الله) نماز نماز، خدا آپ لوگوں پر رحم کریں اس کے بعد آیہ تطہیر کی تلاوت کرتے اور مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔اس آیت کریمہ میں اپنے اہل وعیال کو نماز پڑھنے کے لئے دستور دینے کا حکم ہوا ہے۔

مادہ امر وصیغہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔اور آیہ شریفہ کا معنی یہ ہے کہ اپنے لوگوں کو یعنی اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو!

یہ آیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخاطب ہے اور یہ بھی جانتے ہیں اللہ تعالی کی طرف سے کچھ خاص ذمہ داریاں صرف ان کی ذات سے مخصوص ہیں جیسے نماز شب کا واجب ہونا وغیرہ اسی طرح بعض ذمہ داریاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ یہاں اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ یہ ذمہ داری صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں یا بقیہ افراد بھی اس ذمہ داری میں شامل ہیں؟

---

[1] طہ ۱۳۲۔

اصل قاعدہ و قانون یہ ہے کہ یہ ذمہ داریاں سب کے لئے ہیں لہٰذا والدین اور مربی سب کی ذمہ داری ہیں کہ وہ اپنے بچوں اور متربی کو نماز کا حکم دے۔ اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم دینا اس وقت واجب ہے جب والدین کو علم ہو کہ ان کا یہ حکم بچے پر اثر انداز ہوگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو سیرت نقل ہوئی وہ بعنوان اسوہ والگو ہونے کی وجہ سے استحباب پر دلالت کرتی ہے وگرنہ خود سیرت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح لفظ اہل کم از کم باپ ، ماں ، بچہ ، بیوی ، پوتی اور آباؤ اجداد کو شامل ہیں لیکن غیر ممیّز اور غیر عاقل افراد کو یہ حکم شامل نہیں ہوتا ہے۔

نماز کا حکم دینے کے لئے بچے کا عمر کیا ہونا چاہیے اس حوالے سے تین احتمال ہیں:

۱۔ مطلقا بالغ ہونے کے بعد۔

۲۔ بالغ ہونے سے پہلے کو بھی یہ حکم شامل ہوگا البتہ اس حد تک کہ بچہ بلوغت کے بعد نماز کے لیے تیار ہو۔

۳۔ مطلقا بلوغت سے پہلے اور ممیّز ہو تو اسے نماز کا حکم دینا چاہیے۔

دوسرا احتمال آیت کے ظہور کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن نماز کے لئے بچوں کو حکم دینا مستحب ہیں اور اس استحباب کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہیں۔

(وأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا) اس آیہ کریمہ میں (علیہا) کی ضمیر نماز کی طرف پلٹتی ہے یا نماز کے لئے حکم دینے کی طرف؟ کس چیز پر صبر کرنے کی تلقین ہوئی ہے؟ والدین اپنے نماز پڑھنے پر صبر کریں یا بچوں کو نماز کا حکم دینے پر صبر کریں؟ پہلا احتمال درست ہے چونکہ ضمیر اپنے نزدیک ترین مرجع کی طرف پلٹتی ہے۔ اس صورت میں اس آیہ کریمہ کے پہلے حصہ میں اللہ تعالی والدین کو یہ حکم دے رہا ہے کہ کہ وہ اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کے لئے دستور دیں اور دوسرے حصہ میں خود والدین کو یہ حکم ہوا ہے کہ اپنے نماز پر بھی توجہ دیں اور صبر و بر باری

سے کام لیں۔ کیونکہ بچوں کو نماز کا دستور دینے کے علاوہ اپنے نماز کی پابندی کا مشقت بھی قبول کریں اسی میں بھی تربیتی نکات موجود ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس آیت شریفہ کے مطابق والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بلوغت سے پہلے اور بعد میں واجب نمازوں کے بارے میں دستور دیں اور اسی طرح والدین خود بھی نماز کا پابند ہو۔

چوتھی دلیل: بچوں کو نماز سکھانے سے مربوط روایات

ایک اور دلیل جو والدین کی ذمہ داری کو بہتر انداز میں بیان کرتی ہے کہ والدین اپنے بچوں کو نماز سکھائیں وہ ان روایات کا مجموعہ ہے جن میں بچوں کے نماز کے حوالے سے دستور موجود ہے۔

ان روایات کی جانچ پڑتال میں ، دو نکات پر غور کیا جانا چاہیے:

۱- اس بات پر توجہ دینا ضروری ہے کہ ان روایات میں بچوں کو نماز سکھانے کی کیا عمر بیان ہوئی ہے۔

۲- والدین پر اپنے بچوں کو نماز کی تعلیم دینے کا جو فریضہ ہے اس کی دلالت کے لئے کون سے الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

ابتدائی طور پر ان روایات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات میں والدین کو یہ حکم ہوا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خاص عمر میں پہنچنے کے بعد نماز کی تعلیم دے اور انہیں نماز سے آشنا کر دے اسی طرح مخصوص عمر میں پہنچنے کے بعد نماز پڑھنے کے لئے دستور دے اور خاص عمر کے حصہ میں نماز کے بارے میں مواخذہ کرے۔ اسی طرح بعض روایات میں بچوں پر نماز واجب ہونے کا وقت بتایا گیا ہے۔ لہٰذا یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس قسم کے روایات کس طرح نماز کی تعلیم پر دلالت کرتا ہے؟

واضح رہے کہ نماز کے بارے میں حکم دینا ، اور ان کو مواخذہ کرنا دلالت التزامی کے مطابق نماز

کی تعلیم کے جواز یا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ روایات جن میں بچوں پر نماز واجب ہونے کا حکم بیان ہوا ہے وہ بھی التزاما یا تضمنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ والدین کے اوپر بچوں کی عبادی تربیت کی جو ذمہ داری ہے { خاص طور پر نماز سکھانے کی ذمہ داری } وہ بچوں کے بچپن سے شروع ہو جاتی ہے۔

اس وضاحت کے ساتھ ، ان روایات کو دو محور میں درجہ بندی کیا گیا ہے:

۱۔ وہ روایات جن میں نماز سکھانے کا وقت بیان ہوا ہے۔

۲۔ وہ روایت جن میں والدین کی یہ ذمہ داری بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نماز کی تعلیم دے۔

وہ روایات جن میں نماز سکھانے کا وقت بیان ہوئی ہے۔

ان روایات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں نماز کی تعلیم شروع کرنے کا وقت چھ سال، سات سال ، آٹھ سال، دس سال بیان ہوا ہے یہاں تک کہ چھ سال سے پہلے کا بھی ذکر موجود ہے۔ اہل سنت سے نقل شدہ روایات جو معتبر نہیں ہے بتایا گیا ہے کہ جب بچے دائیں اور بائیں سمت کو درک کر لیں اسے نماز کا حکم دیں۔(عن ابن عمر :إذا عرف الغلام يمينه من شماله فمروه بالصلاة)[۱] (رسول الله :لما سئل عن الصبى متى يصلى؟ اذا عرف يمينه عن شماله فمروه بالصلاة)[۲]

ایک اور روایت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بچے بولنا شروع کریں تو انہیں لاالہ الا اللہ سکھائیں اور جب ان کے دودھ کے دانت گر جائے تو انہیں نماز کا حکم دیں۔(اذا افصح اولادكم فعلموهم لا اله الا الله ثم لا تبالوا متى ماتوا و اذا اثغروا فمروهم بالصلاه)[۳]

---

[۱] متقی، ص ۱۸۳۔
[۲] طبرانی، ج ۳، ص ۲۳۵۔
[۳] متقی، ص ۱۸۳

روایات کی اسی طبقہ بندی کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ان روایات کی سندی اعتبار سے جانچ پڑتال کریں گے۔

چھ سال کی عمر میں نماز سکھانا

بعض روایات کے مطابق بچوں کے لئے چھ سال کی عمر سے نماز پڑھنا شروع کرنا چاہئے ۔لہٰذا از حیث مقدمہ والدین کے اوپر واجب نماز کی تعلیم واجب اور مستحب نماز کی تعلیم مستحب ہو گی۔

محمد بن مسلم کی روایت:

(وَ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ صَفْوَانَ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَحَدِهِمَا (عليهما السلام) فِي الصَّبِيِّ مَتَى يُصَلِّي فَقَالَ إِذَا عَقَلَ الصَّلَاةَ- قُلْتُ مَتَى يَعْقِلُ الصَّلَاةَ وَ تَجِبُ عَلَيْهِ قَالَ لِسِتِّ سِنِينَ)[1]

امام باقر یا صادق علیہما السلام سے پوچھا گیا کہ بچہ کس عمر میں نماز پڑھنا شروع کرے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ نماز کو سمجھنا شروع کرے۔ راوی نے پھر پوچھا: کس عمر میں بچے نماز کو سمجھ سکتے ہیں اور کب ان پر نماز واجب ہوتا ہے؟ فرمایا: چھ سال کی عمر میں۔

زرارہ کی روایت:

(.....فَقَالَ إِذَا عَقَلَ الصَّلَاةَ وَ كَانَ ابْنَ سِتِّ سِنِينَ الْحَدِيثَ)[2]

امام صادق علیہ السلام کا ایک بچہ فوت ہوا۔ جنازہ کے بعد زرارہ نے امام سے پوچھا کہ کس عمر میں بچے پر نماز فرض ہوتا ہے ، امام (ع) نے فرمایا: جب اسے نماز سمجھ میں آنا شروع ہو جائے اور یہ چھ سال کی عمر میں ہوتا ہے۔

---

[1] حر عاملی، ج ۴: ۱۸.
[2] کلینی، : ۲۰۸.

انہیں مضامین پر مشتمل اور بھی روایات موجود ہیں لیکن سند کے لحاظ سے معتبر نہیں ہے۔[1]

سات سال کی عمر میں نماز سکھانا

بعض دوسری احادیث میں سات سال کو نماز کے لیے مواخذہ اور سرزنش کرنے کا عمر بیان کیا ہے لہٰذا از باب مقدمہ نماز کی تعلیم وتربیت کا وقت سات سال سے پہلے ہوگا۔

معاویہ ابن وہب کی روایت:

(معاوية بن وهب، قال سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع فِي كَمْ يُؤْخَذُ الصَّبِيُّ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ» فِيمَا بَيْنَ سَبْعِ سِنِينَ وَ سِتِّ سِنِينَ .....)[2]

امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ بچہ کو کس عمر میں نماز کی وجہ سے ملامت اور مواخذہ کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: چھ اور سات سال کے درمیان۔

حلبی کی روایت:

(عَلِيٌّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ اَلْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ : إِنَّا نَأْمُرُ صِبْيَانَنَا بِالصَّلاَةِ إِذَا كَانُوا بَنِي خَمْسِ سِنِينَ فَمُرُوا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلاَةِ إِذَا كَانُوا بَنِي سَبْعِ سِنِينَ وَ نَحْنُ نَأْمُرُ صِبْيَانَنَا بِالصَّوْمِ إِذَا كَانُوا بَنِي سَبْعِ سِنِينَ بِمَا أَطَاقُوا مِنْ صِيَامِ اَلْيَوْمِ إِنْ كَانَ إِلَى نِصْفِ اَلنَّهَارِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ أَوْ أَقَلَّ فَإِذَا غَلَبَهُمُ اَلْعَطَشُ وَ اَلْغَرَثُ أَفْطَرُوا حَتَّى يَتَعَوَّدُوا اَلصَّوْمَ وَ يُطِيقُوهُ فَمُرُوا صِبْيَانَكُمْ إِذَا كَانُوا بَنِي تِسْعِ سِنِينَ بِالصَّوْمِ مَا اِسْتَطَاعُوا مِنْ صِيَامِ اَلْيَوْمِ فَإِذَا غَلَبَهُمُ اَلْعَطَشُ أَفْطَرُوا)[3]

امام صادق علیہ السلام امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہم اپنے بچوں کو پانچ سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں لیکن تم لوگ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ ہم اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں جتنا وہ برداشت کرسکے نصف روز یا اس سے کمتر و بیشتر اور جب انہیں پیاس اور بھوک لگنا شروع ہو جائے تو وہ روزہ افطار کرتے ہیں اس طرح ان کو روزہ رکھنے اور برداشت

---

[1] حر عاملی، ج ۴: ۱۹. نوری، ج ۳: ۱۸.
[2] حر عاملی، ج ۴: ۱۸. طوسی، ۴۰۹.
[3] کلینی، اصول کافی، ج ۳، ص ۴۰۹۔

کرنے کی عادت ہو لیکن تم لوگ اپنے بچوں کو نو سال کی عمر میں روزہ رکھنے کا حکم دو اور جب انہیں پیاس اور بھوک لگنا شروع ہو جائے تو وہ افطار کر سکتے ہیں۔

اس روایت میں امام علیہ السلام نے دو مرتبہ لفظ (مروا) استفادہ کیا ہے۔ یہ لفظ امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا از باب مقدمہ، بچوں کو نماز کی تعلیم دینا واجب ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگرچہ نابالغ فرد پر سات سال کی عمر میں نماز پڑھنا اور نو سال کی عمر میں روزہ رکھنا مستحب ہے لیکن والدین کے اوپر واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے لئے آمادہ کریں تاکہ بالغ ہونے کے بعد بغیر کسی مشکل کے وہ نماز پڑھ سکیں اور روزہ رکھ سکیں۔

جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا کہ بچوں کو نماز اور روزہ رکھنے کا حکم دینے کا فلسفہ ان کو عبادات انجام دینے کے لئے عادت کروانا ہے۔ لہٰذا فقط بچوں کو حکم اور دستور دینے میں کوئی موضوعیت نہیں ہے۔ والدین عبادی تربیت کے لئے دیگر روش اور طریقوں سے بھی مدد لے سکتے ہیں جیسے تشویق، موعظہ۔۔۔۔ وغیرہ۔

احمد بزنطی کی روایت:

(مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بِإِسْنَادِه عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ عَنِ الرِّضَا ع قَالَ : » يُؤْخَذُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ وَ هُوَ ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ وَ لَا تُغَطِّي الْمَرْأَةُ شَعْرَهَا مِنْهُ حَتَّى يَحْتَلِمَ)[1]

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کے حوالے سے موخذاہ کرنا چاہیے لیکن نامحرم خواتین کے لئے لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے بالوں کو اس عمر کے بچوں سے چھپالیں یہاں تک کہ یہ افراد بالغ ہو جائیں۔ اس قسم کے مضامین بعض ضعیف السند روایات کے علاوہ اہل سنت کے راویات میں بھی موجود ہیں۔

آٹھ سال کی عمر میں نماز سکھانا

(وَ فِي الْخِصَالِ بِإِسْنَادِهِ الْآتِي عَنْ عَلِيٍّ ع فِي حَدِيثِ الْأَرْبَعِمِائَةِ قَالَ :عَلِّمُوا صِبْيَانَكُمُ

[1] حر عاملی، بحار الانوار، ج ۲۰: ۴۔ وسائل الشیعۃ؛ ج ۲۱؛ ص ۴۶۰.

الصَّلَاةَ وَ خُذُوهُمْ بِهَا إِذَا بَلَغُوا ثَمَانِيَ سِنِينَ)[1]

ایک روایت میں (جو حدیث (اربعمائۃ) کے نام سے مشہور ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبا چار سو وصیتوں پر مشتمل ہے جسے آپ نے امام علی علیہ السلام سے کیا تھا اگرچہ سند کے اعتبار سے معتبر نہیں ہے) بچوں کی عبادی تربیت اور نماز سکھانے کا عمر آٹھ سال بیان ہوئی ہے۔

امام علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:
(علموا صبيانكم الصلاة وخدوهم بها اذا بلغوا ثماني سنين)۲

اپنے بچوں کو نماز پڑھنا سکھائیں اور نو سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے کی صورت میں ان کی سرزنش کریں!

بچوں کو دس سال کی عمر سے پہلے نماز سکھانا

بعض روایتوں کے مطابق بچوں کو نماز کا حکم دینے کی حد دس سال بیان ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو دس سال کی عمر سے پہلے ہی نماز سکھانا شروع کرنا چاہیے۔(مُرَوا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلَاةِ إِذَا كَانُوا أَبْنَاءَ عَشْرِ سِنِينَ)[3]

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (عنه صلى الله عليه و آله: أدّبْ صِغارَ أهلِ بيتِكَ بلسانِكَ علَى الصَّلاةِ و الطَّهورِ ، فإذا بلَغوا عَشرَ سِنينَ فاضرِبْ و لا تُجاوِزْ ثلاثا)[4]

اپنے بچوں کو نماز اور طہارت کی تربیت دیں اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز اور طہارت کے لیے مواخذہ اور سزا دیں ، لیکن تین دفعہ سے زیادہ نہ ماریں۔

بچوں کو بالغ ہونے سے پہلے نماز سکھانا

---

[1] الخصال ، : ص ، ۶۲۶ ، ح ۱۰
[2] وسائل الشیعہ ، ج ۳، ص ، ۱۲.
[3] الجعفریات (الاشعثیات) ؛ ص ۵۱.
[4] تنبیہ الخواطر ، ۲، ۱۵۵۔

دوسری روایتوں کے مطابق بچوں کو نماز اور روزہ سکھانے کا وقت اس طرح سے بیان ہوا ہے کہ جب وہ جسمانی طور پر بالغ ہو جائیں اور نماز اور روزہ کو درک کرنا شروع کریں تب انہیں نماز اور روزے کی تعلیم دیں۔

علی ابن جعفر کی روایت:

(عَنْ مُحَمَّد بْنِ أَحْمَدَ الْعَلَوِيِّ عَنِ الْعَمْرَكِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى قَالَ) سَأَلْتُهُ عَنِ الْغُلَامِ مَتَى يَجِبُ عَلَيْهِ الصَّوْمُ وَ الصَّلَاةُ قَالَ إِذَا رَاهَقَ الْحُلُمَ وَ عَرَفَ الصَّلَاةَ وَ الصَّوْمَ)[1]

امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ بچوں پر کس عمر میں نماز اور روزہ واجب ہوتا ہے ؟آپ نے فرمایا: جب وہ بلوغ اور احتلام کے نزدیک ہو جائے اور نماز اور روزہ کو درک کرنا شروع کریں۔ یہ مضمون دیگر روایات کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے منابع میں بھی نقل ہوا ہے۔[2]

یہاں تک یہ بات مشاہدہ ہوا کہ مذکورہ روایتوں میں سے بعض روایات سند کے لحاظ سے معتبر ہیں۔ان مستند روایات میں سے بعض کے مطابق بچوں کو نماز سکھانے کا عمر چھ سال، بعض کے مطابق سات سال اور آٹھ سال بیان ہوئی ہے۔اسی طرح بعض معتبر روایات (صحیح علی ابن جعفر) کے مطابق بچوں کو نماز اور روزہ وغیرہ سکھانے اور تربیتی اقدامات کے آغاز کا وقت متربی کے بالغ ہونے کے نزدیک کا زمانہ ہے۔

ترک نماز کی صورت میں بچوں کو تنبیہ کرنے کی ذمہ داری

بعض احادیث جو بچوں کو نماز کی عادت دہی کے لئے تنبیہ بدنی کے جواز پر دلالت کرتی ہے (اگرچہ سندی لحاظ سے معتبر نہیں ہے) جن میں بچوں کو نماز کے لئے امر کرنے کے لئے چھ سال کا عمر اور تنبیہ کے لئے سات سال کی عمر تجویز کی گئی ہے۔ (فَضْلُ اللَّه الرَّاوَنْدِي فِي نَوَادِرِه، بِإِسْنَادِهِ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ آبَائِهِ قَالَ: قَالَ عَلِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ» :مُرُوا صِبْيَانَكُمْ

---

[1] وسائل الشیعۃ، الشیخ الحر العاملی، ج ۳، ص ۱۲، ابواب اعداد الفرائض، باب ۳، ح ۳، ط الاسلامیۃ.
[2] مجلسی، ج ۸۵، متقی ۱۸۳۔

بِالصَّلَاة إِذَا كَانُوا أَبْنَاءَ ستِّ سنِينَ وَ اضْرِبُوهُمْ إِذَا كَانُوا أَبْنَاءَ سَبْعِ سِنِينَ و فرقوا بينهم فی المضاجعَ اذا كانوا ابناء عَشر سَنِين)[1]

نیز دیگر روایات کے مطابق سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا چاہیے اور نو سال کی عمر میں نماز ترک کرنے کی صورت میں تنبیہ کرنا چاہیے۔(عوالي اللآلي : عن النبي (صلّى الله عليه وآله) قال : مروا صبيانكم بالصلاة إذا بلغوا سبعاً ، واضربوهم عليها إذا بلغوا تسعاً ، وفرّقوا بينهم في المضاجع إذا بلغوا عشراً)[2] اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق دس سال کی عمر میں تنبیہ جائز ہے۔(عنه صلى الله عليه و آله: أدّبْ صِغارَ أهلِ بيتِكَ بلسانِكَ علَى الصَّلاةِ و الطَّهورِ ، فإذا بلَغوا عَشرَ سِنينَ فاضرِبْ و لا تُجاوِزْ ثلاثا)[3]

ان روایات سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سات سال کی عمر سے پہلے تنبیہ بدنی جائز نہیں ہے لیکن دس سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا، موخذاہ اور تنبیہ کرنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں نماز کے لیے جسمانی سزا کے بارے میں فقہی حکم کا ذکر ضروری ہے۔ جسمانی سزا دیت کے وجوب کی حد تک نہ ہو اور جسمانی سزا کا جگہ سرخ اور سیاہ نہ ہو جائے۔ بعض فقہاء کے مطابق بچوں کو صرف پانچ سے چھ مرتبہ آرام سے مار سکتا ہے۔[4] یا بعض کے مطابق متربی اور بچے کے لئے سزا مربی اور ولی کے رائے پر منحصر ہے کہ بعض اوقات دس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات دس سے کم کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا مصلحت سے زیادہ تجاوز نہیں کر سکتے ہیں۔[5]

بچپن میں نماز سکھانے والی روایات کا خلاصہ :

روایات کا خلاصہ کرتے ہوئے ، یہ کہنا چاہیے کہ صحیح محمد بن مسلم اور صحیح زرارہ کے

---

[1] محدث نوری، مستدرک الوسائل، ج۱۹، ۲.
[2] ہمان.
[3] تنبیہ الخواطر، ۲، ۱۵۵۔
[4] گلپایگانی، مجمع المسائل، ج۳ص۲۶۷.
[5] خمینی، تحریر الوسیلہ، ۴۷۷.

مطابق ، چھ سال کی عمر میں بچوں کو نماز سکھانے کے لئے اقدامات کرنی چاہیے اسی طرح صحیح حلبی کے مطابق سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا چاہیے۔ یہ بات واضح ہے کہ اس سے پہلے نماز کی تربیت شروع کی جانی چاہیے۔

معاویہ ابن وہب اور احمد بزنطی کی روایت کی روشنی میں چھ اور سات سال کی عمر میں نماز ترک کرنے کی صورت میں مواخذہ کر سکتے ہیں اسی طرح حدیث اربعمائۃ کے مطابق آٹھ سال کی عمر میں مواخذہ کر سکتے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ بچوں کو نماز ترک کرنے پر ڈانٹنے سے پہلے صحیح طریقہ سے نماز پڑھانا سکھانا چاہیے۔ اگرچہ صحیح السند روایات میں جسمانی سزا کے بارے کچھ ذکر نہیں ہوا ہے لیکن بعض غیر مستند روایات کے مطابق جسمانی سزا کے لیے سال سات ، نو اور دس سال معین کیا گیا ہے۔ ان روایات یہ بات معلوم ہوتا ہے کہ سات سال کی عمر سے پہلے جسمانی سزا جائز نہیں ہے لیکن دس سال کی عمر میں جسمانی سزا ، مواخذہ اور نماز کے لئے امر کرنا جائز ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ ان روایات میں جن عمروں کا ذکر کیا گیا ہے ان پر زور نہیں دیا جانا چاہیے۔ کیونکہ ان تمام روایات میں، عمر کا تداخل موجود ہے اور یقینی طور پر انفرادی ،ثقافتی اور جغرافیائی اختلافات ان کے عمر میں موثر ہیں اسی طرح لڑکیوں اور لڑکوں کی بلوغت کا زمانہ بھی مختلف ہے۔

پانچویں دلیل: سیرہ معصومین علیہم السلام

انبیاء علیہم السلام ،رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصومین علیہم السلام کی سیرت میں قطعی طور پر جس چیز کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ افراد اپنے بچوں کی عبادی تربیت میں خاص کر بچوں کو نماز اور روزہ سے آشنا کرانے کے لئے اسی طرح خداوند متعال کے ساتھ راز و نیاز کرنے کا صحیح طریقہ کار سکھانے کے لئے خاص توجہ دیتے تھے۔

اس دلیل کی جانچ پڑتال کے لئے کچھ نکات بیان کرتے ہیں:

ا۔ اس سیرت کے موجود ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

۲۔ان حضرات کے اوپر جوالہی ذمہ داری عائد ہے کہ وہ کس نوعیت کی ہے ہمیں ان کے درمیان فرق معلوم کرنا پڑے گا کیونکہ بعنوان امام یا نبی یا ایک باپ ہونے کے حوالے سے ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے ان میں فرق ہے۔ کیونکہ رسالت، نبوت اور امامت کا جو مشن اور فریضہ ہے اسے عام افراد اوران کے پیروکاروں پر عائد کرنے کے لئے قطعی اور یقینی دلائل فراہم کرنے کی ضرورت ہے ۔(کان یامر اهله) کی تعبیر اسی طرح (یا بنی) کہہ کر مخاطب ہونا یہ باپ بیٹے کے رشتہ کو ایک قسم کی تاکید کے ساتھ بیان کرتا ہے۔اسی طرح متون دینی خاص کر قرآنی آیات میں بر اساس اصالۃ الموضوعیہ یہ لفظ معنی میں دخالت رکھتا ہے۔ نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام کی سیرت میں جو نقل ہوا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے لہٰذا کچھ اعتماد کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سب یا کم از کم ان میں سے بعض سیرت باپ ہونے کے لحاظ سے ہیں اس لئے آسانی کے ساتھ قابل تعمیم ہے اور دوسرے افراد کے لئے بھی اسی سیرت کو مد نظر رکھتے ہوئے حکم دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی اسے قبول نہ کریں تو بمناسبت حکم و موضوع یعنی حکم اور موضوع کے درمیان تعلق کی بناپر یا تنقیح مناط کرتے ہوئے دوسرے افراد کے لئے بھی یہ حکم لاگو کر سکتے ہیں۔

نتیجہ یہ کہ اس سیرت میں جو اشکال ہے (کہ یہ سیرت بعنوان منصب امامت ہے یا نبوت یا بعنوان والد) وہ قابل حل ہے لیکن جس نکتہ کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ سیرہ فقط جواز یعنی جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن وجوب پر دلالت کرنے کے لئے بہت سارے قرائن اور شواہد کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں جس طرح دوسری دلیل میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ والدین کے اوپر صرف بچوں کو واجب عبادات کی تعلیم دینا ضروری ہے لیکن

والدین پر مستحب عبادات کی تعلیم دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

نتیجہ بحث:

اس تحقیقی مقالہ کا نتیجہ اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

بچوں کو واجب عبادات کی تعلیم دینا والدین کے اوپر واجب ہے اسی طرح مستحب عبادات کی تعلیم دینا مستحب ہے۔اولاد کو نماز سکھانا والدین کے اوپر لازم ہے اور ان کو اپنی اس اہم ذمہ داری کو بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے انجام دینا چاہیے۔بچوں کے عمر اور جسمانی شرائط کے مطابق انہیں نماز اور دیگر واجب عبادات کی تعلیم دیں اور انہیں عبادت الہی سے مانوس کریں تاکہ وہ بالغ ہونے کے بعد پورے ذوق و شوق کے ساتھ خالق الہی کے سامنے راز و نیاز کرے اور عبادت الہی بجالاتے رہے۔متعدد مستند روایات کے مطابق والدین کے اوپر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو چھ یا سات سال کی عمر میں نماز کی تعلیم دیں۔ اسی طرح والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نماز سکھانے کے لیے مختلف اقدامات اور طریقہ کار اپنائیں جیسے: نماز پڑھنے کے لئے زمینہ فراہم کریں، انہیں نماز کی تعلیم دیں، انہیں نماز کا حکم دیں ،انہیں مواخذہ کریں اور نماز ترک کرنے کی صورت میں سزا دیں وغیرہ۔ نیز والدین کو اس بات کی توجہ رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے واجب اور مستحب عبادات میں رول ماڈل ہیں۔

تمام واجب اور غیر واجب فرائض جو والدین کے لئے بیان کی گئی ہے ان میں دونوں والدین شریک ہیں اور دونوں پر یہ ذمہ داری یکساں عائد ہیں۔ بچوں کو نماز کی تعلیم دینا والدین پر واجب کفائی ہیں اگر ان میں سے ایک اس ذمہ داری بطور احسن انجام دے تو دوسرے سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔اسی طرح بچوں کو نماز کی تعلیم دینا واجب توصلی ہے جس میں قصد قربت کی شرط لازم نہیں ہے۔ بنابرین اگر والدین اپنے بچوں کی عبادی تربیت کے لئے کسی مربی یا استاد کا انتخاب کریں جو اس ذمہ داری کو بطور احسن نبھا سکتا ہو تو یہ کافی ہے اور ان سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ نفسیاتی طور پر والدین کی براہ راست بطور رول ماڈل تعلیم وتربیت کے

اثرات ناقابل تردید ہیں۔اسی لئے بچوں کو نماز اور دیگر واجبات کی تعلیم دینے کے لئے کسی دوسرے فرد کے سپرد کرنے کے بجائے خود والدین اس ذمہ داری کو بطور احسن انجام دے سکتے ہیں تو وہ خود انجام دیں کیونکہ تربیتی اعتبار سے یہ زیادہ بہتر ہے۔

تربیتی نکات :

۱۔ والدین پر واجب ہے کہ وہ اپنے اولاد کی عبادی تربیت کرے۔

۲۔ بچوں کے لئے مستحب اعمال کی تعلیم دینا اورانہیں اس چیز کی طرف ترغیب دلانا مستحب ہے۔

۳۔ والدین پر بچوں کی عبادی تربیت ان کے بالغ ہونے سے پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے تا کہ بالغ ہونے کے بعد وہ اپنی اختیار اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ خالق حقیقی کے سامنے راز و نیاز کرے۔

۴۔ نماز اور روزہ کے احکام بچوں کو سکھانا والدین پر واجب ہے۔

۵۔ معتبر روایات کے مطابق بچوں کے لئے ۶ یا ۷ سال کی عمر میں نماز سکھانا چاہیئے۔اسی طرح معتبر روایات کے مطابق والدین پر واجب ہے کہ اپنے بیٹوں کو ۹ سال کی عمر میں روزہ کے بارے میں بتائیں۔

۶۔ والدین پر بچوں کی عبادی تربیت کرنا واجب عینی ہے لیکن اگر کوئی اوراس عمل کو انجام دے تواس صورت میں والدین سے یہ شرعی ذمہ داری ساقط ہو جائے گی۔اس طرح والدین میں سے کسی ایک کے کامل طور پر اس فریضہ کو انجام دینے سے دوسرے فرد سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جائے گی۔

۷۔ بچوں کے اندر نماز سے عشق اور محبت کا جذبہ پیدا کرےاور اپنے بچوں میں ایمان کو تقویت دے۔

۸۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے لئے دعا کریں۔

۹۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنے بچوں کو جلد از جلد اسلامی احادیث سکھائیں اس سے قبل کہ مخالفین تم پر سبقت لے جاتے ہوئے اپنے غلط عقائد اور نظریات سے تمہارے بچوں کے

دلوں کو پر کر دے۔

۱۰۔ والدین گھروں میں اپنے بچوں کے ساتھ اس طرح سے پیش آجائے اور ایسی تربیت کرے کہ اسے ایک راستگو اور سچا انسان بنا دے۔ جس بچے کو سچ بولنا سکھایا جاتا ہے وہ انصاف کرنا سیکھتا ہے۔

۱۱۔ گناہ سے نفرت اور اس کی برائی کو بچوں کو سمجھائیں تاکہ وہ اس چیز سے دور رہیں۔

۱۲۔ بچوں پر والدین کی نصیحت اس وقت اثر کرتا ہے جب والدین خود ان باتوں پر عمل کرتے ہوں۔ اس بات کی طرف توجہ رکھنا چاہیے کہ بچوں کی تربیت اس طرح سے نہیں ہوتے جس طرح سے ہم چاہتے ہیں بلکہ بچوں کی تربیت اس طرح سے ہوتے ہیں جس طرح سے ہم ہیں۔

۱۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے اور نو سال کی عمر میں روزہ رکھنے کا حکم دے۔

۱۴۔ اپنے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے۔

۱۵۔ والدین کے وظائف میں سے ایک وظیفہ اپنے اولاد کی تربیت اور انہیں واجبات کی تعلیم دینا ہے اور جو شخص ان وظائف پر عمل نہیں کرتا اسلام میں اس کی سخت مذمت ہوئی ہے۔

۱۶۔ والدین عبادی میدان میں بھی اپنے اولاد کے لئے ایک بہترین نمونہ اور آئیڈیل بننے کی کوشش کریں۔

منابع:

قرآن کریم

۱. ابن اشعث، محمد بن محمد بی تا، .الجعفریات]الأشعثیات . تہران :مکتبۂ النینوی الحدیثہ.
۲. ابن حیون، نعمان بن محمد .(۱۳۸۵)دعائم الإسلام و ذکر الحلال و الحرام و القضایا و الأحکام چ دوم قم: مؤسسۂ آل البیت علیہم السلام.
۳. ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول عن آل الرسول، تحقیق علی اکبر غفاری، قم، جامعہ مدرسین، چاپ دوم، ۱۴۰۴ھ۔
۴. ابن منظور، محمد بن مکرم ،لسان العرب،چ سوم، بیروت، دار صادر۔
۵. اعرافی، علیرضا، موسوی، سید نقی،تربیت اعتقادی فرزندان از منظر فقہ، فصلنامہ فقہ، ش۶۷
۶. اعرافی، علیرضا، فقہ تربیتی، یادگیری علم و دین، تحقیق و نگارش، سید نقی موسوی، قم،اشراق و عرفان
۷. اعرافی، علیرضا،فقہ تربیتی، مبانی و پیش فرض ہا، تحقیق و نگارش،سید نقی موسوی ، قم ،اشراق وعرفان
۸. انوری، حسن،فرہنگ بزرگ سخن .ج .۵ تہران، سخن۔
۹. باقری، خسرو، چیستی تربیت دینی . تہران، تربیت اسلامی۔
۱۰. باقری، خسرو ،نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی، تہران، مدرسہ۔
۱۱. حر عاملی، محمد بن حسن،وسائل الشیعہ . قم، مؤسسۂ آل البیت ،علیہم السلام۔
۱۲. حرانی، حسن بن شعبہ،تحف العقول . قم :جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم.

۱۳. حسینی جلالی، سید محمد رضا، جہاد امام سجاد، ترجمہ موسی دانش، مشہد، بنیاد پژوہش ہای اسلامی، چاپ اول، ۱۳۸۲ش۔
۱۴. حلی، حسن بن یوسف، نہایۃ الاحکام فی معرفۃ الأحکام، قم، مؤسسہ آل البیت) علیہم السلام.
۱۵. خمینی، سید روح اللہ، تحریر الوسیل، قم، مؤسسۂ دار العلم.
۱۶. راغب ، حسین بن محمد، مفردات اِلفاظ القرآن .بیروت و دمشق، دار القلم، الدار الشامیۂ.
۱۷. سجادی، سید مہدی، تبیین و ارزیابی رویکرد عقلانی بہ تربیت دینی، قابلیتہا و کاستیہا .فصلنامہ
۱۸. شفیلد، ہری ،کلیات فلسفہ آموزش و پرورش .ترجمہ،غلامعلیٰ سرمد، تہران، قطرہ.
۱۹. صدوق، محمد بن علی، الامالی، تہران، کتابچی، چاپ ششم، ۱۳۷۶ش۔
۲۰. صدوق، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، تحقیق علی اکبر غفاری، قم، جامعہ مدرسین، چاپ دوم، ۱۴۱۳ھ۔
۲۱. صدوق، محمد بن علی،الخصال، تحقیق علی اکبر غفاری، قم، جامعہ مدرسین، چاپ اول، ۱۳۶۲ش۔
۲۲. صدوق، محمد بن علی بن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ، قم، جامعہ مدرسین.
۲۳. طبرانی، اِبو القاسم سلیمان بن اِحمد،المعجم الاوسط، تحقیق :طارق بن عوض اللہ و عبدالمحسن بن اِبراہیم، قاہرہ، دارالحرمین.
۲۴. طوسی، محمد بن حسن ،الخلاف، قم، انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم.

۲۵. طوسی، محمد بن حسن،الاِستبصار فیما اختلف من الأخبار تہران، دار الکتب الاِسلامیہ.
۲۶. فیومی، اِحمد بن محمد،المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، قم،مؤسسہ دار الہجرہ.
۲۷. کلینی، محمد بن یعقوب الکافی .تہران :دار الکتب الاِسلامیۂ.
۲۸. گلپایگانی، سید محمدرضا ، مجمع المسائل . محقق و مصحح، علی کریمی جہرمی و دیگران ، قم ، دار
۲۹. المتقی، الہندی، .کنز العمال، تحقیق : محمود عمر الدمیاطی، بیروت :دارالکتب العلیمہ.
۳۰. مجلسی، محمد باقر، بحار الأنوار .بیروت :مؤسسۂ الوفاء.
۳۱. محدث نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، چاپ اول، ۱۴۰۸ھ۔
۳۲. محسن پور، بہرام، مبانی برنامہ ریزی آموزشی .تہران :سمت.
۳۳. مشکینی علی بی تا .مصطلحات الفقہ .بی جا،بی نا،نرم افزار جامع فقہ اہل بیت، نسخہ ۲
۳۴. موسوی، محمد صادق ،تربیت دینی، ہدایت یا تلقین .ماہنامہ معرفت ش ۳۲ .نوآوری ہای آموزشی .ش۱۱
۳۵. موسوی، سید نقی، تحلیل مفہوم تلقین در تربیت دینی، فصلنامہ نوآوری ہای آموزشی .سازمان پژوہش وبرنامہ ریزی آموزشی، ش۴۷
۳۶. نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، ص۱۱۵، قم، جامعہ مدرسین، چاپ ششم، ۱۳۶۵ش۔
۳۷. نوری، حسین، مستدرک الوسائل . قم :مؤسسہ آل البیت علیہم السلام.
۳۸. ورام، مسعود بن عیسی، تنبیہ الخواطر و نزہۂ النواظر) معروف بہ مجموعۂ ور ام، قم، مکتبہ فقیہ.